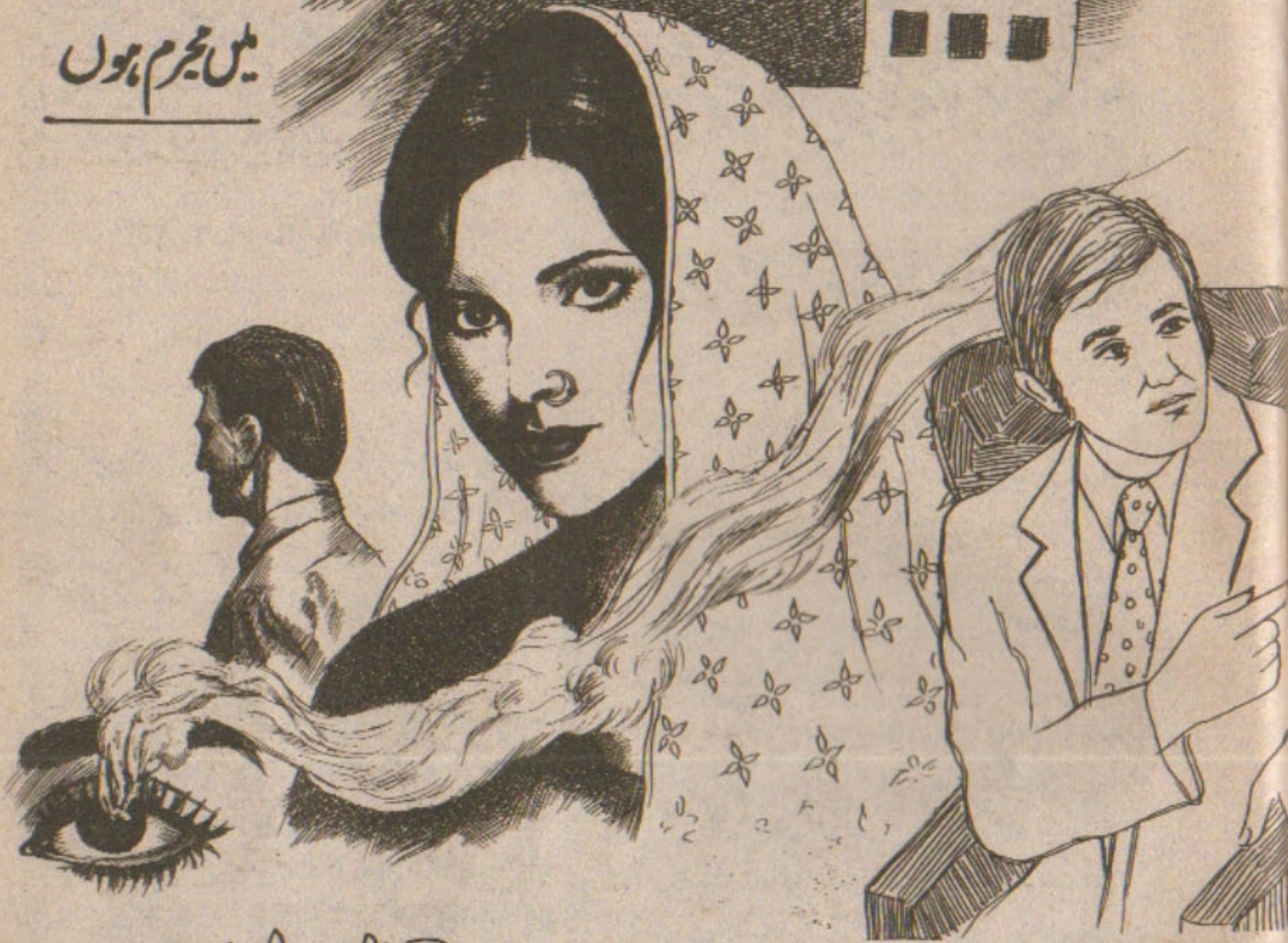


میں مجرم ہوں



ایک دل و کسب

مسلمی کول قاسمی

سیر پھیاں تیزی سے اترتی ہوئی میں کسی سے ٹکرائی۔

”اوہ۔ سو۔ سوری۔“ میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو ٹھینہ باجی کھڑی مسکرا رہی تھیں۔ ”کیوں بھی کیا ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو۔“
”اوہو باجی!“ میں ہنس پڑی۔ ”کیا کروں آج کالج کا گیسٹ ویر میں کھلا اور بھوک کے مارے پیٹ میں چوبے کرکٹ میچ کھیل رہے ہیں۔“

”اچھا۔ اچھا اب سمجھی۔ بھی تم اتنے دنوں سے میرے گھر کیوں نہیں آئیں۔؟ تم تو کہتی ہو۔ ٹھینہ باجی میں آپ کی دوست ہوں۔“
ٹھینہ باجی مصنوعی خفگی سے بولیں تو میں شرمندہ ہو گئی۔ واقعی کئی دنوں سے میں ان کے گھر نہیں گئی تھی۔ ”اچھا باجی وعدہ۔ وعدہ کریں آج شام کو ضرور آؤں گی مگر۔ چلیں چھوڑیں شام کو بات ہوگی۔“ میں ٹھینہ باجی کو ہمدردانہ لہجہ میں اپنے فلیٹ میں آگئی۔

ٹھینہ باجی ہمارے اوپر فلیٹ میں ڈیڑھ سال قبل شفٹ ہوئی تھیں وہ ایک مقامی کالج میں لیکچرار تھیں۔ عمران کی یہی کوئی بیس تیس کے قریب تھی۔ ان کا ایک پیارا سا بیٹا حیدر بھی تھا۔ وہ اکیلی رہتی تھیں لوگ ہتھتے ہیں۔ ان کے شوہر باہر سرورس کرتے ہیں۔ مگر مجھے

باجی کے رویہ نے مشکوک سا کر رکھا تھا۔ مجھے لگتا تھا کہ شاید ان کے شوہر سے ان کی لڑائی ہے اور اسی لیے وہ دونوں علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں۔ کئی دفعہ ٹھینہ باجی سے میں نے پوچھا مگر وہ ٹال گئیں۔ مگر آج میں نے سوچ لیا کہ ان سے ضروریہ راز اگلو اگر دم لوں گی۔
شام کو میں ٹھینہ باجی کے فلیٹ میں آگئی۔ ٹھینہ باجی اپنے بیٹے چار سالہ حیدر کے ساتھ کمر کھیل رہی تھیں۔ مجھے دیکھ کر ٹھینہ باجی، خوش ہو گئیں۔

”چائے پیو گی۔؟“ ٹھینہ باجی اٹھتے ہوئے بولیں۔

”نہیں باجی ابھی دل نہیں چاہ رہا ہے۔“

”اور سناؤ پر پڑھائی کیسی چل رہی ہے۔“ ٹھینہ باجی نے پوچھا تو،

میں ہنس دی اور پڑھائی تو میری ہمیشہ ٹھیک ہی چلتی ہے۔“

اور بھی تہلہ دے ٹکیٹر عامر کا کیا حال ہے۔“ ٹھینہ باجی نے۔

رازدارانہ لہجے میں پوچھا تو میں جھینپ گئی۔

”شہر مار ہی ہو بتا دو نا وہ نہیں کب لے آئیں گے کراچی سے اسلام آباد۔“ ٹھینہ باجی نے مجھے چھیڑا۔

”پہلے آپ بتائیں آپ کے وہ۔ آپ کو کب واپس بلما رہے ہیں۔“ میں نے ان پر جوابی وار کیا تو ان کے چہرے پر ایک سایہ سا لہرا گیا۔

”باجی! بتائیں نا عباس بھائی کیا آپ کو اپنے پاس نہیں بلائیں گے۔“

”وہ۔ وہ اصل میں اگر کیا بات یہ ہے کہ وہاں رہائش کی پرالم ہے۔“

”جھوٹ۔“ میں نے ناراض ہوتے ہوئے کہا۔ ”بات کچھ اور ہے باجی! آپ مجھے دوست کہتی ہیں تو صاف صاف کیوں نہیں بتا دیتیں کہ آپ کی عباس بھائی سے لڑائی ہے۔“

”گڑ۔ یا ٹھینہ باجی نے حیرت سے میری طرف دیکھا۔

”تم۔ تم کو کس نے بتایا۔“

”کسی کو بتانے کی کیا ضرورت ہے مجھے خود بتا چل گیا آپ کے رویہ سے اگر آپ کی عباس بھائی سے لڑائی نہ ہوتی کیا اتنے عرصے میں ان کا ایک خط بھی نہ آتا۔“

”اگر یا جوابات میں نے خود سے بھی چھپائی تم کو کیسے بتا چلی کیا تم عباس سے مل چکی ہو۔“ باجی نے کھوٹے کھوٹے انداز میں کہا۔

”نہیں تو باجی! میں بھلا عباس بھائی سے کیسے مل سکتی ہوں میں نے تو انہیں آج تک دیکھا بھی نہیں اور ویسے بھی وہ تو باہر ہیں۔“ میں حیران ہو گئی۔

”میں نہیں سب بتا دوں گی دوست مگر تم کسی سے ذکر نہ کرنا۔ میری بی بی بنانی سا کہ بگڑ جائے گی۔ یہ جو لوگ میری عزت کرتے ہیں نا۔ یہ سب میری عزت کرنا چھوڑ دیں گے۔“

”باجی! باجی ایسی کیا بات ہے۔“ میں پریشان ہو گئی۔

”گڑیا! میری عباس سے علیحدگی کو دو سال ہو گئے ہیں۔ وہ اسی شہر میں رہتے ہیں۔“ باجی نے حیرت انگیز انکشاف کیا۔

”مگر۔“ میں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ باجی، میری بات کاٹ کر بولیں۔ ”تم میری پوری کہانی سن لو۔ سنانے سے پہلے میں اتنا اعتراف ضرور کروں گا کہ اس ناکام زندگی کی ذمہ دار میں خود ہوں۔“

آئیڈیل تھا جو خبر دہو اور مجھے بہت مبارک رہا ہو۔ میرے تصوراتی ذہن نے ایک خوبصورت سا گھر بھی بنا دکھا تھا۔ جس میں میں اور میرا۔ پیار کرنے والا آئیڈیل اور میرے چھوٹے چھوٹے پیارے پیارے بچے پرسکون زندگی گزارتے تھے۔ میں بہت خوبصورت خواب دیکھا کرتی تھی۔ میں دیکھا کرتی تھی کہ صبح ہی صبح میں اپنے پیار کرنے والے شوہر کو محبت سے جگا رہی ہوں۔ وہ مجھے مسکرا کر دیکھتے ہیں۔ اور میں ان کے لیے اپنے بڑے سے خوبصورت کچن میں ناشتا لگا دیتی ہوں۔ ناشتا کرتے ہوئے ہم دونوں ڈھیر ساری باتیں کرتے ہیں اور پھر وہ دفتر جانے کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

یہ انہیں خدا حافظ کہنے لان تک آتی ہوں تو وہ میرے بالوں میں لالہ سے کوئی پھول تو ڈگر لگا دیتے ہیں اور کوئی شمع سا جامہ میری طرف اچھا کر کر کار میں بیٹھ کر چلے جاتے ہیں۔ میرے آئیڈیل پرست ذہن نے چار بیٹے بھی تراش رکھے تھے جو بہت خوبصورت تھے۔

کبھی کبھی میں خیالوں کی دنیا میں اپنے آئیڈیل شوہر سے لڑتی تھی اور وہ مجھے منانے کی ترکیبیں کرتے تھے۔ مگر۔ مگر میرے خواب اس روز نوٹ گئے جب میں ایک دن یونیورسٹی سے گھر واپس آئی۔

تو گھر میں کافی چل چل رہی تھی شاید کچھ بہانے آئے ہوئے تھے۔ میں اپنے کمرے میں چلی گئی کیونکہ میں کافی تھکی ہوئی تھی۔ مگر میری چھوٹی بہن عقیفہ نے آکر مجھے چیکے سے بتایا کہ کچھ لوگ میرا رشتہ لے کر آئے ہیں میرا دل تیری سے دھڑکنے لگا۔ بتا نہیں کون لوگ ہیں لڑکا کیسا ہے۔

”کون لوگ ہیں۔“ میں نے بظاہر لاپرواہی سے عقیفہ سے پوچھا۔

”اوہ، لوگ ہیں۔“ عقیفہ شرارت سے مسکراتی۔ ”چلیے اچھی، آپ کو بلا رہی ہیں وہیں ڈرائنگ روم میں۔“

”کیا۔ میں قیامت کے دن بھی نہ جاؤں اس طرح خود کو۔“

پتہ کر دلے۔ اچھی سے کہہ دو کہ میں ایم۔ ایس۔ سی کر رہی ہوں کوئی جاہل لڑکی نہیں ہوں جو پھر بکری کی طرح اپنی نمائش کر داؤں۔ میں نے غصے سے تیز لہجے میں کہا تو عقیفہ چیکے سے باہر چلی گئی۔ میں نے مزید غصے میں آکر تیکہ بیکہ پر پٹھا اور سونے کے لیے لیٹ گئی۔

مگر نیند میری آنکھوں سے دور تھی۔ دل انجانے خدشوں سے دھڑک رہا تھا جانے وہ کون ہے۔ کیا کرتا ہے۔ اور اس کے گھروالے کیسے ہیں۔ ابھی میں سوئے کہ کوشش کر رہی تھی کہ عقیفہ کے ساتھ تین لڑکیاں اندر آگئیں میں اچھل کر بیٹھ گئی شاید وہ میری متوقع تہائیں تھیں۔

”ادہ ڈیر بھائی! آپ تو بہت سویٹ ہیں۔“ ان میں سے ایک لڑکی نے میرے گلے میں ہاتھیں ڈالتے ہوئے کہا۔

”ٹھینہ باجی یہ عباس بھائی کی بہنیں ہیں۔“ عقیفہ نے تعارف کرایا۔

”ادہ تو ان کا نام عباس ہے۔“ میں نے دل ہی دل میں سوچا۔ وہ تینوں میرے پاس کافی دیر بیٹھ کر باتیں کرتی رہیں۔ بعد میں مجھے پتا چلا کہ یہ لوگ سہارے بہت دور کی رشتہ دار ہیں۔ عباس نے ایم۔ ایس۔ سی کیا تھا اور اب اس نے اپنا ایک میڈیکل اسٹور کھول رکھا تھا یہ سن کر میرے ذہن کو ایک دمچکا سا لگا کہ میرا شوہر اور میڈیکل اسٹور میرے ذہن میں تو کوئی بڑا افسر تھا یا کوئی فوجی بندہ جیسا کہ میں افسانوں میں پڑھتی آئی تھی۔ میرے ذہن کو ایک اور شدید دمچکا اس وقت لگا۔ جب مجھے پتا چلا کہ وہ لوگ لائڈھی جیسے پس ماندہ علاقے میں رہتے ہیں۔ میرے خیالوں میں تو کسی خوبصورت علاقے میں خوبصورت سا گھر تھا میں نے اچھی سے صاف انکار کر دیا کہ میں وہاں شادی نہیں کر سکتی۔ مگر اچھی نے میری ایک نہ سنی اور کہنے لگیں کہ عباس بہت شریف لڑکا ہے اس لیے انکار کرنے کی کوئی معقول وجہ بیان کرو۔ مگر میں اچھی کو یہ تو بتا نہیں سکتی تھی کہ عباس میرے خوابوں کا شہزادہ نہیں۔

میں نے اچھی سے بہت کہا کہ میں ابھی اور بڑھنا چاہتی ہوں مگر اچھی نے کہا تمہاری چھوٹی بہنیں تم سے بھی بڑی لگنے لگی ہیں یہ موقع ہے کہ رشتے آتے ہیں آئندہ برس تم بائیس سال کی ہو جاؤ گی۔ کچھ اپنا نہیں تو اپنی بہنوں کا خیال کرو۔ یوں میں اس دلیل کے آگے بے بس ہو گئی اور مجبوراً میں نے ہاں کر دی۔ یوں میری منگنی عباس کے ساتھ ہو گئی میں نے عباس کو پہلی بار منگنی کی تقریب میں دیکھا وہ ایک لمبا چوڑا ہینڈ سمر آدمی تھا۔

منگنی کے بعد میں نے سوچ لیا تھا کہ میں عباس کو اپنا غم خیال بنانے کی کوشش کروں گی۔ میں نے ایم۔ ایس۔ سی اچھے غمروں سے پاس کر لیا اسی لیے مجھے لیکچر رشپ کی آفر ہوئی جسے میں نے قبول کر لیا مگر انہی دنوں میری شادی ہو گئی۔ مجھے اپنا سسرال قطعاً پسند نہیں آیا میرے سسر تو فوت ہو گئے تھے اس لیے گھر میں میری ساس کی حکمرانی تھی۔ اس گھر میں صرف چار کمرے تھے۔ ایک کمرہ ہم دونوں کا تھا۔ ایک میری ساس کا ایک کمرہ کو میں نے۔

ڈرائنگ روم بنا لیا تھا جبکہ ایک اور کمرے میں میری ننہیں رہتی تھیں۔ میں نے بہت کوشش کی کہ میں حالات سے کھجوتہ کروں مگر میرے اندر کی آئیڈیل پرست لڑکی ہار ماننے کو تیار نہ تھی۔ میں نے مقامی کالج میں اپنی لیکچر رشپ جاری رکھی۔

گو عباس بہت اچھے آدمی تھے مگر وہ میرے آئیڈیل نہ تھے مجھے اس بات کا اعتراف ہے کہ وہ مجھے بہت چاہتے تھے مگر مجھے ایک

نحوۃ آپ مردہوں یا عورت

== اپنی شخصیت پر ایک نظر ڈالیں اور دیکھیں کہ آپ... جسمانی طور پر مٹاپے جھڑپے پن اور ناموزونیت کے شکار ہیں... اور پرکشش شخصیت اپنا نام اور مٹاپے سے نجات پانا چاہتے ہیں؟

== خیل اور چھاتیوں نے آپ کے صحن چہرے کو داغدار رکھنا یا چہرے کے بالوں اور چھینٹوں سے بید پریشان... آپ اس لعنت سے نجات پانے اور صاف ستھرے دلکش چہرے کے تمنائی ہیں؟

== آپ کا قد چھوٹا ہے۔ آپ اپنی کوتاہ قاتی سے احساس کمتری میں مبتلا اور ایک انجے چارائے تک اپنا قد بڑھانے کے خواہش مند ہیں؟

== غلط ماحول یا جوانی کی بے اعتدالیوں کے باعث آپ اپنے آپ کو ناکارہ محسوس کرتے ہیں اور ان لختیات سے چھٹکارا پانے اور اپنے آپ کو مکمل انسان کے روپ میں دیکھنا چاہتے ہیں؟

== آپ کے بال ٹوٹ یا گرہے ہیں یا سفیدی کی جانبائل ہیں؟ آپ اپنے بال گھنے انجم، ملائم اور لمبے دیکھنا چاہتے ہیں؟

== یادداشت اور حافظہ کمزور ہے اور آپ اس سے نجات پا کر اپنا شمار ذہین ترین افراد میں کروانا چاہتے ہیں؟

== آپ مخصوص نسوانی صفت سے محروم ہیں یا سینے کے اس مخصوص نسوانی صفت میں موزونیت کی طلبگار ہیں؟

== چہرے یا گہرے یا پر فاضل بالوں نے ڈھیر ہمارا کھاتے اور ان سے نجات حاصل کرنا چاہتی ہیں؟

== آیام کی بے قاعدگی یا خرابی نے آپ کی زندگی اجیرن کر رکھی؟ یا دیگر کسی بھی مخصوص نسوانی تکلیف میں مبتلا ہیں اور اس سے نجات آپ کی تمنائے؟

== اگر آپ مندرجہ بالا کسی بھی نمزوری یا تکلیف کا شکار ہیں تو اس سلسلے میں مکمل کوائف بھر کر جوابی نقائص کے ساتھ ارسال کریں۔ ہمارے نمک ل معالج آپ سے بہترین تعاون کریں گے۔ اور آپ انشاء اللہ گھر بیٹھے ان امراض سے نجات پالیں گے۔

نوٹ: عورتیں اپنے خطوط لیڈی ڈاکٹر ٹائیڈ کے نام لکھیں ہر مرض کا مکمل علاج صرف ۱۶۰ روپے میں کیا جاتا ہے۔

دارالصحہ معرفت پوسٹ بکس ۲۵۲۷ - کراچی ۱۸



شہری

میر میونگ کریم

(روغن بادام کے خصوصی فارمولے کیساتھ)

نہ خراش کا ڈر

نہ جلن کا احساس

انگ انگ نرم و ملائم



ہے اینڈ آئی انٹرنیشنل

یو۔ ایس۔ اے

Adomgroup

”آف۔ غصے کے مارے میرا دماغ جھنجھٹا اٹھا۔ مجھے بھی بھی کسی نے اتنا نہ ڈانٹا تھا۔ اس لیے کہ میں گھر میں سب سے بڑی تھی۔ میں نے غصے کی وجہ سے کھانا بھی نہیں کھایا اور منہ لپیٹ کر سو گئی۔ شام کو اگلی تو سردی کے مارے پھٹا جا رہا تھا۔ رات کو عباس آئے تو بدستور ان کا موڈ خراب تھا میرا موڈ بھی ان کو غصے میں دیکھ کر مزید بگڑ گیا۔ ناراض ہوتے ہوں تو ہوں میں نے کون سی غلط بات کہی ہے۔ دوسرے دن میں کالج جانے کے لیے تیار ہونے لگی تو عباس نے مجھے کڑی نظروں سے گھورا اور کہنے لگے۔ ”کل جو میں نے بات کہی تھی کیا وہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئی۔“ میں نے ان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا اور پرس کندھے پر لٹکا کر جانے لگی تو عباس نے تیز آواز میں کہا۔

”غصہ نہ کرو۔“ میرے بڑھتے قدم رک گئے۔ خوف سے میرا دل دھڑکنے لگا پھر ایک دم میرے ذہن نے پلٹا کھایا اور میں نے باہر جانے کے لیے قدم بڑھا دیے تو عباس پوری قوت سے چلائے۔

”غصہ نہ کرو۔“ میں نے مکرر انہیں دیکھا اور پرس زرد سے بلیڈ پر پٹچا۔ ”کیا کہنا چاہ رہے ہیں آپ؟“ میں نے بھی تیز لہجے میں کہا۔ ”کہہ نہیں رہا ہوں میں تمہیں حکم دے رہا ہوں کہ تم کالج نہیں جاؤ گی گھر میں رہو حیدر کو سننا لو۔“ ”کیوں کیا میری کوئی مرضی نہیں۔“ میں بہت دہری پر اتر آئی۔

”کیا مرضی ہے تمہاری۔“ عباس طنز لہجے میں بولے۔ ”مرضی یہ ہے کہ میں کالج جاؤں گی۔ حیدر کے لیے آیا رکھیں گے۔“

”کیا حیدر کے لیے آیا۔“ عباس غصے میں کھڑے ہو گئے۔ ”میں اپنے بیٹے کے لیے کبھی بھی آیا رکھنے کی اجازت نہیں دوں گا۔“ ”کیوں کیا حیدر میرا بیٹا نہیں ہے۔“ میں غصے میں جی۔ ”ہے تمہارا بیٹا بھی مگر تم اسے بیٹا سمجھو تب“ عباس میرے سامنے آکر طنز لہجے میں بولے۔

”میں کالج جاؤں گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔“ میں نے تیز لہجے میں کہا اب میرے اندر وہ فندی لڑکی بول اٹھی تھی جو کہ شادی سے پہلے تھی۔ ”تم کالج نہیں جاؤ گی۔“ عباس نے ہر لفظ پر زور دیتے ہوئے سختی سے کہا۔

”جاؤں گی۔ اور ضرور جاؤں گی۔“

”میرا یہ مطلب نہیں بلکہ میں یہ کہنا چاہ رہی ہوں کہ ہم دونوں مل کر اپنی معاشی حیثیت مستحکم بنا سکتے ہیں۔“ ”معاشی حالت۔ اور نہ معاشی حالت کو کیا ہوا ہے کیا میں، معاشی حالت کو مستحکم بنانے کے لیے کافی نہیں تم ماں ہو۔ ماں بن کر سوچو کہ حیدر کو تمہاری توجہ کی ضرورت ہے۔“ ”کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ پڑھے لکھے ہو کر آپ اس حقیقت کو جھٹلا رہے ہیں کہ عورت بھی گھر کو چلانے میں برابر کا درجہ رکھتی ہے۔“ بالکل رکتی ہے مگر ماں بن کر اور بیوی بن کر گھر پر توجہ دے کر تم پر بھی لکھی ہو کر اس حقیقت سے انکاری ہو کہ بچے کے لیے ماں کی توجہ ضروری ہے۔“ عباس اب کے نرمی سے بولے۔

”میں یہ مانتی ہوں عباس مگر میرے بھی کچھ خواب ہیں میں ایک خوبصورت سا گھر چاہتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ ہم اس علاقے سے کہیں دوسرے علاقے میں منتقل ہو جائیں۔ اور یہ تب ممکن ہے کہ جب ہم دونوں جاں کریم۔“ ”کیوں کیا برائی ہے اس علاقے میں۔“ عباس تیزی سے چڑھا کر بولے۔

”برائی یہ ہے کہ یہ پسماندہ علاقہ ہے۔“ میں نے آرام سے کہا۔ ”یہ علاقہ جتنا پسماندہ ہے تمہارا ذہن اس سے زیادہ پسماندہ ہے۔“ ”غصہ نہ کرو۔“ میرے غصے کے خواب دیکھنا نند کر دیا۔ ”میں نہیں، اقل تو دوسرے علاقوں میں گھبراتے ہو گئے ہیں کہ میری استطاعت سے باہر ہے۔“ عباس کو غصہ آ گیا تھا۔ ”ذہن میرا پسماندہ نہیں ہے عباس۔“ میں جھنجھولی۔ ”آپ میں تو ترقی کرنے کی لگن ہی نہیں میں نہیں چاہتی کہ میرا بیٹا اتنے پسماندہ علاقے میں پلے بڑھے۔“

”تم یہ بھول رہی ہو غصہ نہ کرو تمہارے بیٹے کا باپ بھی اسی علاقے میں پلا بڑھا ہے۔“ ”تو کیا ضروری ہے کہ حیدر بھی یہاں پلے اور بڑھے۔“ میں نے ہٹیلے انداز میں کہا۔ ”بس زیادہ بحث مت کرو مجھ سے اور نوکری چھوڑ دو۔ حیدر پر توجہ دو۔“

عباس نے فیصلہ کن انداز میں کہا تو میں بھڑک اٹھی۔ ”نہیں چھوڑوں گی میں نوکری۔ آپ کون ہوتے ہیں مجھے نوکری سے متع کرنے والے۔“

”میں۔ میں۔“ عباس غصے سے مٹھیاں بھیج کر بولے۔ ”میں تمہارا شوہر ہوتا ہوں غصہ نہ بیگم اور تمہیں حکم دیتا ہوں کہ کل سے تم کالج نہیں جاؤ گی۔“ یہ کہہ کر عباس کمرے سے باہر نکل گئے۔

بات ناگوار گزرتی تھی کہ وہ شام کو آتے تھے۔ اور چائے کی کوریابی دوبارہ میڈیکل اسٹور چلے جاتے تھے رات کو دس گیارہ بجے آتے اور سیدھے اپنی اتی کے پاس چلے جاتے تھے ان سے باتیں کرنے کے بعد وہ رات کو میرے پاس آتے تھے میرے ذہن میں ایک ایسے ہیڈ لائن شوہر کا خاکہ تھا جو شام کے بعد گھر لوٹے تو میں اس سے سخت ناراض ہو جاؤں اور وہ مجھے منانے بیٹھا کرے مگر وہ اس تو بغیر کچھ کہے بستر پر آکر دراز ہو جاتے اور میں کڑھتی رہ جاتی۔ گوکہ شادی سے پہلے میں نے سوچ رکھا تھا کہ میں شادی کے بعد کسی قسم کا کوئی جاب نہیں کروں گی۔ اور سارا وقت گھر کو سنوارنے سے ملانے میں صرف کروں گی۔ دوسرے کھانے میں اپنے شوہر کا انتظار کیا کروں گی مگر اب یہ سب ناممکن تھا میں باقاعدگی سے کالج جا رہی تھی میں۔ چاہتی تھی کہ ہماری مالی حالت اتنی مستحکم ہو جائے کہ ہم اس علاقے سے کسی دوسرے علاقے میں شفٹ کر جائیں۔

دن بونہی گزرتے رہے۔ شادی کے تین سال بعد ہمارے ہاں ایڈمیاں نے بیٹے کی شکل میں حیدر کو بھیج دیا۔ میں بہت خوش تھی۔ مجھے اور عباس کو حیدر بہت اچھا لگتا تھا۔ مگر اب مشکل یہ تھی کہ مجھے اب کافی پریشانی حیدر کی وجہ سے ہوتی تھی۔ میں کیمسٹری کی ٹیچر ہوں اس لیے لڑکیوں کو پریکٹیکل وغیرہ کرانے کے بعد تین سائیکس تین بجے گھر آتی تھی۔ اس دوران حیدر کو اتنی سنبھالے رکھتی تھیں کیونکہ میری تنہا تدریس تو کالج جاتی تھیں۔ مگر کچھ عرصے سے میری ساس کی طبیعت خراب رہنے لگی تھی اس لیے حیدر کی وجہ سے میں کافی پریشان تھی ایک دن میں کالج سے گھر واپس آئی تو عباس منہ پھللاتے بیٹھے تھے۔ میں کمرے وغیرہ تبدیل کر کے کمرے میں آئی تو عباس بھی میرے پیچھے پیچھے چلے آئے۔

”غصہ نہ کرو تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔“ عباس نے صوفے پر بیٹھے ہوئے کہا۔

”جی کیسے۔“ ”غصہ نہ کرو تم نوکری چھوڑ دو۔“ ”کیوں۔“ میں حیرت زدہ رہ گئی۔ ”آخر کیا برائی ہے اس جاب میں۔“

”برائی کوئی نہیں مگر تم دیکھ رہی ہو کہ حیدر کو صرف تم ہی سنبھال سکتی ہو۔“

”وہ تو ٹھیک ہے عباس! مگر آپ یہ بھی تو دیکھیں کہ میں اگر نوکری چھوڑ دوں تو گھر کیسے چلے گا۔“ ”گھر کیسے چلے گا۔ کیا میں تم لوگوں کو بھوکا ملا رہا ہوں؟“ عباس غصے سے بولے۔

”ٹھینہ۔! عباس نے مجھے گھورا۔

میں نے جانے کے لیے ہاتھ بڑھا کر پرس اٹھایا مگر اسی لمحے، عباس نے میرے منہ پر زوردار طمانچہ جڑ دیا۔ تکلیف کی شدت سے میں کراہ اٹھی میں نے نظر اٹھا کر عباس کو دیکھا وہ تاسف سے اپنا ہاتھ مل رہے تھے اور پھر وہ بغیر کچھ کہے باہر نکل گئے۔ ان کے جانے کے بعد میں نے اپنے چند جوڑے کپڑے ایچی کیس میں ڈالے اور حیدر کو لے کر اپنی انی کے گھر آگئی۔

گھر والے اس طرح مجھے دیکھ کر پریشان ہو گئے۔ جب میں نے انہیں پوری بات بتائی تو ابونے کہا۔

”ٹھینہ بیٹے! تم پڑھی لکھی ہو اور اسی لیے مجھے یہ بتانے کی ضرورت بھی نہیں کہ عورت کا اصل گھر اس کے شوہر کا گھر ہوتا ہے یہ جانتے ہوئے بھی تم بلا وجہ کی ضد پر اڑ گئی ہو۔ عباس بھیک کہتا ہے کہ تمہیں اب گھر پر توجہ دینی چاہیے دیکھو تمہارا بیٹا اب پانچ ماہ کا ہو گیا ہے اور تمہاری ساس کی طبیعت خراب رہنے لگی ہے۔ میں عباس کو سمجھاؤں گا وہ تمہیں لینے آئے گا تو چلی جانا بیٹے۔“ ابویہ کہہ کر چلے گئے۔

انی مجھے سمجھانے لگیں تو میں بھڑک اٹھی۔

”آپ کسی ماں ہیں میری دلجوئی کرنے کے بجائے آپ عباس کی طرف داری کر رہی ہیں آپ کو بتا ہے انہوں نے مجھے تھپڑ بھی مارا ہے۔“ میں یہ کہہ کر رونے لگی تو۔

انی میری پیٹھ سہلاتے ہوئے بولیں۔ ”دیکھو بیٹا! غلطی تمہاری ہے آخر کیا برائی ہے عباس میں اچھا خاصا کہتا ہوں تم نوکری چھوڑ دو۔“ میں نہیں چھوڑوں گی نوکری میری بھی کوئی انا ہے آخر۔

عباس میری بات کیوں نہیں مان لیتے۔

”تم بلا وجہ ضد کر رہی ہو ٹھینہ۔“ انی نے مجھے گھر کا تو میں رونے لگی۔ ”یہ سب آپ لوگوں کا قصور ہے کہ آپ نے میری شادی ایسی جگہ کر دی۔“

”کیا تمہارے لیے آسمان سے کوئی شہزادہ اتر کر آتا۔ تم ابھی تک اپنے آبنائیل سے باہر نہیں نکلی ہو۔ سراب میں مت رہو۔ حقیقت کی دنیا میں آؤ۔ تم پر آسائش زندگی کی تمنا کرتی ہو تو یہ بھی ہو جائے گا مگر آہستہ آہستہ۔“

”خاک ہو جائے گا۔“ میں نے غصے میں کہا اور دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

دوسرے دن عباس مجھے لینے چلے آئے مگر ان کا لہجہ اکھڑا اکھڑا سا تھا۔

”گھر چلو ٹھینہ۔“ عباس نے کہا۔

”کون سے گھر۔ وہ گھر جہاں میں آپ کی ڈانٹ سنتی ہوں

جہاں میری کوئی اہمیت ہی نہیں۔“

”دیکھو ٹھینہ۔ غلطی سے میں نے تمہیں تھپڑ مار دیا تھا یقین کر دیجئے بہت افسوس ہے۔ اس بات کا چلو اب گھر چلو۔“ عباس نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔

مگر میں نے ان کے ہاتھ جھٹکے سے اپنے کندھے سے ہٹا دیے۔

”ہاتھ مت لگائیں مجھے۔ میں اس گھر میں اب نہیں جاؤں گی یا تو آپ کسی دوسرے علاقے میں گھر لیں یا پھر مجھے جاب کرنے کی اجازت دیں۔“

”تہہ میں دوسرے علاقے میں گھر لے سکتا ہوں اور نہ ہی تمہیں جاب کرنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔“ عباس نے نرمی سے سمجھایا۔

”تو پھر آپ تشریف لے جائیے۔“ میں نے ہیلے ہیلے کہا اور دوسری طرف منہ کر لیا۔ عباس چلے گئے۔

گھر والوں نے مجھے بہت سمجھایا مگر میں نہ مانی عباس دو چار دفعہ

مجھ سے ملنے آئے مگر میں نے انکار کر دیا گھر والے میرے پیچھے پڑے ہوئے

تھے اس لیے میں ڈیڑھ سال پہلے یہاں ”گلشن“ میں آکر شفٹ ہو گئی۔

عباس نے مجھے بذریعہ ڈاک علیحدگی کے کاغذات بھیج دیے اس دعا

کے ساتھ کہ جہاں رہو خوش رہو۔ اور اب میں اور میرا بیٹا حیدر اکیلے

رہتے ہیں۔ یہ دیکھ کر آیا یہ عباس کی تصویر ہے۔“

ٹھینہ باجی نے مجھے تکیے کے نیچے سے ایک تصویر نکال کر دی۔

”دیکھو حیدر کی آنکھیں بالکل عباس کی طرح ہیں۔“ میں نا۔“

ٹھینہ باجی ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑیں۔

”باجی! آپ نے اپنی غلطی سے عباس بھائی کو کھو دیا مگر آپ انہیں اب تک بھولی نہیں۔“

”نہیں گڑیا۔ عباس میری زندگی میں داخل ہونے والا پہلا مرد

تھا۔ میں اعتراف کرتی ہوں کہ مجھے ان سے محبت ہو گئی تھی۔ سچ تو یہ

ہے کہ میں نے اپنی ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنا گھر اجاڑ لیا۔

اور اسی لیے لوگوں سے کہہ رکھا ہے کہ عباس باہر سر دس کرتے ہیں۔

میں تو سوچتی ہوں کہ جب حیدر بڑا ہوگا اور اپنے ابو کے بارے میں

سوال کرے گا تو میں اسے کیا جواب دوں گی۔“

”باجی آپ دوسری شادی کر لیں۔“ میں نے انہیں تصویر۔

واپس کرتے ہوئے کہا۔

باجی تڑپ کر بولیں۔ ”یہ کیا کہہ رہی ہو گڑیا۔ یہ ناممکن ہے عباس

کی جگہ اب کوئی اور نہیں لے سکتا۔“

باجی کی آنکھوں سے آنسو نکلنے کو بے تاب ہو گئے تو میں ان

سے اجازت لے کر واپس چلی آئی۔ مجاری ٹھینہ باجی اب اپنی غلطی پر

کتی پشیمان ہیں مگر اب کیا ہو سکتا ہے کیا وقت پھر کبھی لوٹ کر تو نہیں

آتا نا۔“